

مُنْتَهٰی  
عِزٰى  
۱۹۹۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
جُلُّ جُلُّ الْعَرْدُوِیْنَ اَجْمَعِیْنَ



الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ  
عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِينَ وَعَلٰى أَلٰهِ الطَّاهِرِينَ  
آمَّا بَعْدُ :

برادرانِ اسلام! آپ پر واضح ہے کہ قبلہ۔ عالم حضرت خواجہ محمد سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حضور انبیاء ر عقیدت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ہر سال ۹ مسیٰ کو حضور قبلہ۔ عالم کے یوم وصال پر اجتماع کا مقصد ان کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنا ہے تاکہ ان تعلیمات کی روشنی میں ہم اپنے اعمال کا احتساب کر سکیں۔

گذشتہ برس اس موقع پر قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ کی تعلیمات سے متعلق کچھ معلومات مہیا کی گئی تھیں۔ آج کے اجتماع میں ان کی روحانی زندگی کے بعض دیگر پہلو اجاگر کیے جاتیں گے۔ آپ کاشمار حلقة۔ صوفیا۔ میں ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کے سلوک اور عملی زندگی پر گفتگو کرنے سے پہلے لقوف سے متعلق پھیلے ہوئے بعض اثرات کی وضاحت ضروری ہے۔

بعض حلقوں کا خیال ہے کہ لقوف اسلامی کی اصل رہبائیت ہے اور اسلام کا *تَشْخُصٌ لَا رَبِّبَانِيَّةٌ فِي الْإِسْلَامِ* سے ظاہر ہے، لہذا لقوف کی اصل اسلام نہیں عیسائیت، ہندو مت اور بدھ مت ہے۔ اس کے نظریات اور خیالات ان کے فلسفہ سے مستعار ہیں۔ جو حلقة لقوف اسلامی کی اس بناء پر مخالفت کرتے اور اسے رہبائیت قرار دیتے ہیں وہ دراصل اسلامی لقوف کی روح سے ناواقف ہیں۔

نقوف عین اسلام ہے اور یہ رہبانیت کا اتنا ہی مخالف ہے جتنا خود اسلام۔ جن ذہنوں میں یہ خلش موجود ہے کہ نقوف کی اصل رہبانیت ہے ان کی آگاہی کے لئے کچھ اقباسات پیش کیے جا رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ نقوف عین اسلام ہے۔

تاریخ انقلابات عالم کے مصنف لکھتے ہیں: اسلام رہبانیت کا قاتل نہیں۔

(حدیث) خدا شناسی کا راستہ یہ نہیں کہ دنیا سے منہ موڑ کر اشان کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ جائے بلکہ زندگی کی دوڑ میں اسے سب کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے اور اپنی قوت بازو سے اپنے لیے روزی حاصل کرنا چاہیے۔

دائی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے: ”جائز وسائل سے اپنے لیے معاش پیدا کرنا عبادت کے بعد سب سے پہلا فرض ہے (کنز العمال) ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حج کی عبادت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی روزی پیدا کرنے کی کوشش کرو اور اس کے لیے محنت و مشقت کیے بغیر رات کو بستر پر نہ جاؤ۔ (کنز العمال) ایک اور موقع پر معاشی جدوجہد کو اتنا ہم قرار دیا کہ ارشاد ہوا: ”تمہارے بہت سے گناہوں کا کفارہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ تم محنت و مشقت سے اپنی روزی آپ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔“ (طبرانی)

خلیفہ - دوم جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ”خبردار! طلبِ معاش کی جدوجہد سے غافل ہو کر کبھی نہ بیٹھنا چاہیے۔“ (احیاء العلوم) اس قول کی تشریح میں احیاء العلوم کے شارح علامہ مرتضی زبیدی لکھتے ہیں: ”آدمی پر فرض ہے کہ وہ معاش حاصل کرنے کے لیے راجح وقت پیشوں میں سے کسی جائز پیشے کو ضرور اختیار کرے اور اس سے غفلت ہرگز نہ برتع۔“ (اتحاف السادة)

## اسلامی تصوف کی اصل

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تصوف کی اصل کے متعلق نہ تو یورپین مستشرقین کے نظریات صحیح ہیں اور نہ ہی اسلامی تصوف عیسائی روحانیت کا نتیجہ ہے بلکہ خود اسلام ہی اس کی اصل اور منبع و مأخذ ہے۔ تصوف کی روح اسلام میں ابتدائی سے موجود تھی۔ اس کے اجزاء ترکیبی حب الہی، فقر غیور، ذکر الہی، ایثار اور فناعت و توکل وغیرہ کی اصل قرآن اور حدیث سے ثابت ہے (اسلامی تصوف اور اقبال)

اسلام میں ابتدائی سے تصوف کی روح عملی طور پر موجود تھی لیکن دوسرے علوم (مثلاً علم الحدیث، علم الفقہ، علم التفسیر وغیرہ) کی طرح اس نے علمی صورت زمانہ مابعد میں اختیار کی۔ جس طرح مذکورہ علوم و فنون اسلام کے غیر منفك اجزاء شمار کئے جاتے ہیں اسی طرح علم تصوف قطعی اور حقیقی طور پر اسلامی ہے۔ محض اس لیے کہ تصوف نے علمی صورت بعد میں اختیار کی اسے غیر اسلامی عناصر کا مجموعہ نہیں کہا جاسکتا۔ تصوف کے سب عناصر کا عملی وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد مبارک میں پایا جاتا تھا (اسلامی تصوف اور اقبال)

پھر انچہ امام قشيری کی تحقیق کے مطابق لفظ "صوفی" ۲۰۰ حجری سے کچھ پہلے مشہور ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اس زمانہ کے افضل "صحابہ" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ کسی دوسرے لقب کی انہیں ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ صحابیت سے بہتر کوئی فضیلت ممکن نہیں۔ جن بزرگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت اختیار کی وہ اپنے زمانہ میں "تابعین" کہلاتے اور تابعین کے فیض یافتہ حضرات اپنے زمانے میں "تع تابعین" کے ممتاز لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔

اس کے بعد زمانے کا رنگ بدلا اور لوگوں کے احوال و مراتب میں نمایاں فرق پیدا ہونے لگا۔ جن خوش بختوں کی توجہ دینی امور کی طرف زیادہ تھی ان کو زہاد اور عباد کے ناموں سے یاد کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد بدعاں کا ظہور ہونے لگا اور ہر فریق نے اپنے زہد کا دعویٰ شروع کر دیا۔ زمانے کا یہ رنگ دیکھ کر خواص اہلست نے جو اپنے نفوس کو خشیت الہی اور فکرِ آخرت سے مغلوب رکھتے تھے ابناۓ زمانہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور ان ہی کو ”صوفیا“ کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ (قرآن اور تصوف) چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ نفحات الانس میں رقم طراز ہیں: ”ابوہاشم صوفی سے پہلے بہت سے بزرگانِ دین تھے جو زہد، درع، توکل، محبت اور دوسرے معاملاتِ دین میں ایک خاص مقام حاصل کر چکے تھے لیکن پہلے شخص جو ”صوفی“ کے لقب سے مشہور ہوتے وہ وہی تھے۔ ان سے قبل اور کوئی شخص اس نام سے یاد نہیں کیا گیا۔ (نفحات الانس) ابوہاشم صوفیؒ سفیان ثوریؒ کے ہم عصر ہیں چنانچہ ابوسفیان ثوریؒ نے ان کے متعلق کہا:

لَوْلَا أَبُو هَاشِمَ الصَّوْفِيًّا مَا عَرَفْتُ دَقَائِقَ الرِّيَاءِ

اگر ابوہاشمؒ صوفی نہ ہوتے تو میں دقائقِ ریاء سے آگاہ نہ ہوتا (نفحات الانس)

## اسلامی تصوف پر دورِ احاطات کے اثرات

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اس حقیقت کی وضاحت میں کہ تصوف کی اصل عین اسلام ہے، لکھتے ہیں: ”اسلامی تصوف کی بنیادیں قرآن کی تعلیمات، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ کرام کی پاک زندگی، تابعین اور تبع تابعین کی سیرت پاک پر استوار ہوتی ہیں۔ سچے مسلمان صوفی نہ بھی حدودِ شرعیہ سے باہر نکلے ہیں اور نہ ہی انہوں نے

ترک دنیا اور ترک اساب، رہبانیت، بے عملی، سستی اور کاہلی کی تلقین کی ہے۔ البتہ متأخرین میں سے بعض نام نہاد صوفیوں کے ہاں یہ عناصر اس طرح گھل مل گئے ہیں جس طرح دین اور دیگر امورِ معاشرت میں غیر اسلامی عناصر داخل ہو گئے ہیں جن سے اصلیت پر پردہ پڑ گیا ہے۔ چنانچہ دورِ انحطاط میں لقوف کا عملی پہلوایک رسمی چیز بن کر رہ گیا ہے اور بقول عباس شستری ”آہستہ آہستہ یہ محض ایک خیال، نیم مذہبی رسم، ایک بے عمل اور با آرام زندگی کا وسیلہ، گداگری کا بہانہ اور جاہل و سادہ لوگوں کو دھوکہ دینے کا ذریعہ بن گیا۔ (سبک ثناس)

اس سلسلہ میں تاریخ لقوفِ اسلام سے ایک دلچسپ قول پیش کیا جاتا ہے جو مستضوفین کی صحیح عکاسی کرتا ہے: ”لقوف حال تھا لیکن اپنے دورِ انحطاط میں برا حال بن گیا۔ وہ احتساب تھا لیکن اس نے اب اکتساب کی صورت اختیار کر لی۔ وہ استمار تھا مگر اب اشتہار نظر آنے لگا۔۔۔۔۔ پہلے وہ صدور کی عمارت تھا۔ اب غور کا مرکز بن گیا ہے۔ پہلے وہ تقشف تھا اب تکلف کا جامہ اس نے پہن لیا۔ پہلے وہ تخلق تھا اب تملق بن گیا۔ پہلے وہ فناعت تھا اب اس نے مجاہت کا روپ دھار لیا۔“

## حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی تجدیدی مساعی

لیکن اس دورِ انحطاط میں بھی بر صغیر پاک و ہند میں ایسے باکمال صوفیا۔ کا وجود ملتا ہے۔ جنہوں نے لقوف کی اصل روح کو قائم رکھا۔ اپنے تجدیدی کارناموں سے اسے نئی زندگی۔ بخشی اور اس کی اصل روح سے عوام کو متعارف کرایا۔ چنانچہ ”نظریہ۔ توحید“ کے مصنف نے لکھا ہے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی لقوف میں جو غیر اسلامی عناصر داخل ہو گئے تھے انہیں خارج کرنے کی کوشش

کی۔ اس عہد میں اکثر و بیشتر صوفیا۔ عقیدہ کے لحاظ سے یہاں تک پہنچ گئے تھے کہ احکام شریعت کی تکذیب کرتے اور لصوف کے مقابلہ میں شریعت کو سطحی قرار دیتے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارناموں میں سے ایک ”نظریہ عبدیت“ ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اور بندہ ممکن الوجود۔ وہ ذات قدیم ہے اور بندہ حادث۔ ہذا بندہ اور خدا کے درمیان اتحاد و حلول کی آمیزش اس ذات کی شان میں عیب ہے۔ ان خیالات کا سراغ حضرت دامتکن سجنخ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں بھی ملتا ہے۔ اسلامی لصوف اور اقبال کے مصنفوں نے دامتکن سجنخ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے: ”عام طور پر صوفیا۔ کے نزدیک فنا و بقا سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنی ذاتی خودی اور وجود کو خدا کی ذات میں گم کر کے اس کے ساتھ باقی اور قائم ہو جائے لیکن شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تردید کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ حادث کا قدیم میں اور عابد کا معبد میں گم ہو کر متہد اور مستقبل ہونا ایک امر محال ہے۔“

### حضرت قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ کا اندماز فکر۔

اب ان تشریحات کی روشنی میں قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صوفیانہ طرز فکر کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ حلقة۔ صوفیا میں ان کے مقام کا تعین ہو سکے۔ آپ مسکا نقشبندی مجددی تھے۔ پھر سلوک میں آپ کی تربیت ایسے مشائخ کی توجہ سے انجام پاتی جو اس گئے گزرے دور میں مستثنیات کی حیثیت رکھتے تھے۔ جن کے نزدیک سلوک شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں۔ وہ شریعت مطہرہ کا ہی ایک جزو ہے جو فکر و عمل میں نکھار اور حسن پیدا کرتا ہے۔ لصفیہ۔ قلب اور تزکیہ۔ نفس کرتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ کی معرفت کے حصول میں مدد و معاون ہوتا ہے۔ ان مشائخ کے نزدیک سلوک خود شناسی اور خداشناسی کا ذریعہ ہے۔ دنیا طلبی ان کے پیش نظر نہ تھی اور نہ اسے جلپ زر کا ذریعہ بنایا بلکہ طالبانِ حق کو ہمیشہ لقمه حلال کی ترغیب دی۔ آپ ان پاکیزہ ہستیوں کی توجہ سے پروان چڑھے اور شیخ طریقت کھلا تے۔

آپ شیخ طریقت تھے اور بڑی تعداد میں آپ کے عقیدت مند موجود ہیں۔ اس کا اظہار ہر سال ۹ مسیٰ کو ہوتا ہے۔ ان عقیدت مندوں کا انداز فکر و عمل خود اس امر کا اثبوت ہے کہ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی کس انداز میں تربیت کی۔

آپ کا انداز عین سلف صالحین کا انداز تھا جس میں رہبانیت کا شابتہ تک نہ تھا۔ قرآن مجید اس زندگی کی حوصلہ افرادی نہیں کرتا جو جد و جہد سے گریز کرے۔ امت مسلمہ کی رہبانیت بجهاد فی سبیل اللہ ہے۔ زندگی کی کشمکش سے گریز رہب اور جو گیوں کا عقیدہ ہے جو وصال الہی کی جستجو میں کشمکش حیات سے منہ موڑ کر الگ گوشہ۔ تہنائی میں غیر فطری ریاضتوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اسلام حیات اجتماعیہ کی تعلیم دیتا اور کہتا ہے۔

**رِجَالٌ لَا نُلَهِمْ بِتَجْرِيَةٍ وَلَا يَبْعَدُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيَّنَا إِلَزَّكُوْهُ**

یعنی وہ ایسے لوگ ہیں کہ انہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر، اقامۃ نماز اور ادائے زکوہ سے غافل نہیں کر سکتی۔

مومن کی زندگی احکام الہی کے تابع رہتی ہے اور اس کا حصل "سعی للبغاء" کی جگہ "سعی للا نفاع" یعنی دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے۔ دنیا اس وقت مذموم ہے جب وہ خدا سے غفلت کا باعث ہے۔ اور جب ہر عمل میں خدا کی یاد اور

اس کی رضا ملحوظ رہے تو یہی دنیا محمود بن جاتی اور مزرع آختر کہلاتی ہے بقول مولانا  
روم رحمۃ اللہ علیہ

چیست دنیا؟ از خدا غافل بدن  
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود زمیندار تھے۔ حسب ضرورت زمینداری کا شغل  
رکھتے، کھیتی باڑی کرتے، دیگر ضروری امور اپنے ہاتھوں انجام دیتے اور بعض دفعہ  
سنگیوں کو کھیتی باڑی کے رموز بھی سکھاتے۔ ایک دفعہ آپ رجور گاؤں سے گزر رہے  
تھے۔ ایک سنگی کھلیان میں غله سے بھوسہ الگ کر رہا تھا۔ آپ رک گئے۔ پھرہ اور  
ترنگل لے کر عملی طور پر انہیں دکھایا کہ اس طرح عمل کرو اور ہر سانس کے ساتھ  
اسم ذات کا ذکر جاری رکھو۔ گویا ذکرِ الہی اور عمل میں ایسا تال میل رہے کہ انسان کی  
ہر حرکت اور عمل عبادت بن جاتے۔ آپ کا ارشاد تھا کہ دنیا آختر کے مقابلہ میں  
ہیج ہے۔ زندگی صرف ان لمحات کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزریں۔ اس کے  
بر عکس جو لمحات غفلت میں گزریں وہی ہو و لعب ہیں۔ اس لئے کوشش ہونی چاہیئے  
کہ زندگی کا ہر عمل عبادت بن جائے۔

اکثر عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ آپ انہیں سلوک کی  
تریضت دیتے اور اوراد و وظائف تلقین کرتے۔ عبادت کا شوق ابجارتے اور ساتھ  
ساتھ عملی زندگی گزارنے کے ڈھنگ ان کی استعداد کے مطابق سکھاتے۔ بعض کو  
ملازمت کی ترغیب دیتے، بعض کو تجارت اور دیگر کاروبار کی تحریک کرتے اور  
انہیں محنت و مشقت سے روزی کمانے کا احساس دلاتے۔ آپ فرمایا کرتے کہ عند اللہ

کامیاب زندگی کا راز ”ہتح کاروں دل یاروں“ میں مفسر ہے۔ آپ محنت و مشقت پر زور دیتے کیونکہ آپ کے نزدیک سوال نفی ذات اور ذلت کی علامت ہے۔ آپ کا عمل اس حدیث مبارکہ پر تھا:

**الْيَدُ الْعُلِّيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلِيِّ**

یعنی بلند ہاتھ بہت بست ہاتھ سے ہتر ہے۔

تاریخ اسلام میں ”سوال“ کی مذمت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقع یوں آتا ہے کہ آپ سفر میں اونٹ پر سوار تھے۔ ہاتھ سے تازیانہ گر پڑا۔ شتر بان نے چاہا کہ اٹھا کر آپ کو دے دے مگر آپ نے اس معمولی کام کے لئے بھی منت پذیر غیر ہونا گوارانہ کیا بلکہ خود اتر کر تازیانہ اٹھایا۔ قبلہ - عالم رحمہ اللہ علیہ کا مشرب یہی تھا۔ آپ عقیدت مندوں میں اپنے فکر و عمل سے جذبہ کار پیدا کرتے۔ آپ نے نہ تو سلوک کو ذریعہ معاش بنایا اور نہ ہی اسے غیر شرعی لصourات سے داغدار کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے اکثر خلفاء ملازمت پیشہ تھے۔ آپ نے لصوف میں عمليات کے دخل کو پسند نہیں کیا۔ آپ کے نزدیک یہ دور انحطاط کا ایک معاشی حیلہ ہے۔ البتہ آپ آیات قرآنی اور کلمات مقدسہ کی تاثیرات کے قائل تھے کیونکہ ان کی سند سلف صالحین تک پہنچتی ہے۔

### مقاصد السالکین اور قبلہ - عالم رحمہ اللہ علیہ

قبلہ - عالم رحمہ اللہ علیہ کا خاندان علم و فضل کا گھوارہ رہا ہے۔ اس خاندان کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سے جاتا ہے۔ آپ کے

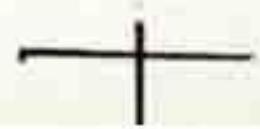
مورثِ اعلیٰ حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ گھرہ حکمرانوں کے دور میں ان کی خواہش پر ریاست میر پور میں تشریف لاتے اور قاضی القضاۃ کے منصب جلیلہ پر فائز ہوتے۔ ان کا مزار مبارک ۱۹۶۶ء تک میر پور شہر میں عقیدت مندوں کی توجہ کا مرکز رہا۔ اب وہ مزار مبارک جامع الفردوس آہار کے پہلو میں مر جھ خلاق ہے۔ آپ علم و فضل میں تو کامل تھے ہی مگر لتصوف میں بھی آپ کو درجہ کمال حاصل تھا۔ آپ کی ایک نادر تصنیف کا مخطوط اب بھی خاندان کی تحولیں میں ہے۔ یہ مخطوط لتصوف کے موضوع پر ہے اور اس سے لتصوف میں ان کے خیالات کی گہرا تی اور گیراتی کا پتہ چلتا ہے۔ زمانہ کی دستِ برد سے ان کا کتابی ذخیرہ توضیح ہو گیا مگر خاندان نے حسب استطاعت ان کی تقلید میں شریعت اور طریقت کے دامن کو تھامے رکھا۔ اس پر خود بھی عمل پیرار ہے اور طالبانِ حق کی بھی راہنمائی کرتے رہے۔ اس طرح شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت بھی شروع ہی سے خاندان کے مزاج میں داخل ہے۔ اس خاندان میں حصولِ علم کی بسم اللہ ہی قرآن خوانی سے ہوتی ہے۔

قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خاندانی رواج کے مطابق ضروریاتِ دین کا علم حاصل کرنے کے بعد جب سلوک کی وادی میں قدم رکھا تو قدرت نے آپ کو ایک عالم دین اور باکمال صوفی کی دہیز پر لادا۔ آپ حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت باولی شریف حاضر ہوتے اور کم و بیش بارہ برس تک آپ نے سلوک کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ پھر تقریباً اتنے ہی برس آپ کو وقت کے نامور صوفی اور شیخ حضرت حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ ڈھنگروٹ شریف سے کسبِ سلوک کا موقع ملا۔ اس دوران آپ نے بالواسطہ پیر سید محمد نیک عالم شاہ میر پوری رحمۃ اللہ علیہ جو

علم و فضل کے ساتھ ساتھ لکھوں میں بھی منفرد مقام رکھتے تھے، سے اکتسابِ فیض کیا۔ یوں آپ نے کم و بیش تیس سال اس وادی میں گزارے۔

یہ واضح ہو چکا ہے کہ آپ کے نزدیک لکھوں شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں۔ لکھوں ایک ایسا مسلک ہے جس کی آج تک کوئی جامع تعریف نہیں ہو سکی کیونکہ یہ ایک ذاتی، تجربہ باتی، ذوقی اور وجدانی شے ہے۔ ہر ایک کا ذوق اور وجدان الگ ہے۔ جس کا ذوق جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ حقیقت الامر کو سمجھ سکتا ہے۔ بہر حال اگر لکھوں کے مطالب کو احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تلاش کیا جائے تو ایسا مرتب ہوتا ہے کہ وہ شخص جو احکامِ الہی کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کر کے ”محسن“ بتا رہا ہے۔ وہی صوفی ہے اور اس کا یہ ”احسان“ لکھوں ہے۔ حدیثِ شریف میں احسان کی تعریف میں آیا ہے کہ ”تو اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی حالت میں کرے کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو دیکھ نہیں رہا تو بے شک وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (اسلامی لکھوں اور اقبال)

اس تیس سالہ تعلیم و تربیت کے علاوہ بے شمار صوفیا۔ کرام کے واقعات آپ کی مگاہ سے گزرے۔ لکھوں کی کئی کتابوں کا آپ نے مطالعہ کیا مگر جو کتاب سلوک میں آپ کی رفیقِ حیات رہی وہ ”مقاصد السالکین“ تھی۔ یہ کتاب آپ کے صوفیانہ مزاج کے موافق تھی۔ آپ خود بھی اس کا مطالعہ کرتے اور سنگیوں کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیتے۔ اس کتاب میں لکھوں کی تعلیم شریعت کے مطابق دی گئی ہے اور مقامِ عبادیت کے حصول کے طریقے بیان کیے گئے ہیں جو مجددیوں کے نزدیک سلوک میں انتہائی اہم مقام ہے۔ اسی طرح نظم میں آپ کو شنخ عطار کا



پسند نامہ۔ ہست پسند تھا۔ اس کا یہ شرکش آپ کی زبان مبارک پر رہتا۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست  
بہ تسبیح و سجادہ و دلّ نیست

### مکار م اخلاق اور قبلہ - عالم رحمۃ اللہ علیہ

قبلہ - عالم رحمۃ اللہ علیہ مجسم ادب اور اسلامی اخلاق کی جیتی جاگتی لفظوں  
تھے۔ آپ نے کم و بیش بارہ برس باولی شریف میں گزارے۔ آپ کے وصال کے بعد  
جب قبلہ حضرت صاحب مدظلہ العالی کو باولی شریف جانے کا اتفاق ہوا تو قبلہ ماتی  
صاحبہ باولی شریف نے تعزیت فرمائی اور ان کے قیام پر روشنی ڈالتے ہوتے فرمایا کہ  
قاضی صاحب کا ادب نقطہ عروج پر پہنچا ہوا تھا۔ آپ اکثر شیخ کا جسم دباتے مگر  
پاؤں کبھی چارپائی پر نہ رکھا۔ تہجد کے لئے ان کی ضروریات تیار کرتے۔ گرمیوں میں  
رات بھر پنکھا جھلاتے اور جب آرام کرنے کے لئے کہا جاتا تو خاموشی سے ٹال دیتے  
مبادر کے گرمی کی وجہ سے شیخ کو تکلیف ہو۔ دن بھر لنگر کا کام انجام دیتے۔ بوقتِ  
ضرورت کنویں سے پانی کشید کرتے۔ شیخ طریقت زیندار تھے۔ زمین کے کاروبار میں  
بھی ان کا ہاتھ بٹاتے۔ بستی میں بارہ برس اس انداز سے گزارے کہ آپ کی موجودگی  
کسی پر گراں نہیں گزری۔ الغرض آپ کی طبیعت میں ادب کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا  
تھا۔

قبلہ - عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا دور جو تقریباً اتنے ہی عرصے پر محیط تھا،  
ڈھنگرہٹ شریف میں گزرا۔ وہاں بھی آپ نے حسن اخلاق کے انہٹ نشانات  
چھوڑ دے۔ شیخ کی خدمت اور اطاعت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ اس حد تک اپنے شیخ کا

اعتماد حاصل کیا کہ ان کے نزدیک آپ بھی حلقة فرزندی میں سمجھے جاتے اور فرزندوں کی طرح آپ پر پورا اعتماد کیا جاتا تھا۔ آپ کی ہمیشہ کوشش رہی کہ شیخ کے ہر اشارے کی تعمیل سمجھن و خوبی ہو۔ آپ کی انکاری اور خلوص سے متعلق بعض سنگیوں کی روایت ہے کہ آپ لنگر تقسیم کرتے اور اپنی ذات کے لئے سنگیوں کے بچے ہوتے ٹکڑوں کو سالم روٹی پر ترجیح دیتے۔

جب آپ نے مندار شاد پر بیٹھ کر لوگوں کو ”اللہ اللہ“ سکھانا شروع کیا تو سنگیوں کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی سادگی اور حسنِ اخلاق قابل ستائش تھا۔ آپ سنگیوں کی خدمت کرنے میں فخر محسوس کرتے۔ بعض اوقات خود ان کے ہاتھ دھلاتے، کھانا کھلاتے اور خود بھی ہمراہ کھاتے اور اس خدمت پر مسرت کا اظہار فرماتے۔ اگر کوئی سنگی یہ خدمت انجام دینے پر اصرار کرتے تو آپ فرماتے کہ جانی اس ثواب سے محروم نہ کریں۔ جب کسی سنگی کو الوداع کرتے تو مقرر شدہ نشان تک رخصت کرنے آتے۔ آپ نے ہر سمت رخصت کرنے کے لئے نشان مقرر کر کے تھے۔

سنگیوں کا اظہار ہے کہ ان کی گنتیکو اس قدر شیریں، سادہ اور موثر ہوتی کہ فوراً دل میں اتر جاتی گویا بقول شخصے ”مصری کی ڈلی“ تھی۔ ان کی گنتیکو کا دائرہ اسلامی تعلیمات میں منحصر اور ان کی توجہ سنگیوں کی ظاہری و باطنی اصلاح پر مرکوز رہتی۔ پرانے سنگیوں کا اظہار ہے جن میں ساتیں حسن صاحب زلفاں والے بھی شامل ہیں کہ آپ بعض اوقات سنگیوں کو نماز کی عملی تعلیم دیتے۔ خود نماز پڑھ کر بتاتے۔ تعدلیں ارکان ہتھی کہ دونوں پاؤں کے درمیانی فاصلہ تک کا شعور عطا کرتے۔ یہی ساتیں حسن صاحب ہیں جن کی کنڈور مسجد میں ظہر کی نمازنے مولانا بغاں محمد صاحبؒ کو

گرویدہ کیا اور قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر لادالا۔ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے متعلق ساتیں حسن صاحب (زلفاس والے) کے یہ سادہ سے الفاظ کافی ہیں کہ: ”خود بے علم ہوں مگر اہل علم کی محبت میں بیٹھنے کا اکثر موقع ملا۔ ان کی باتیں سنیں اور ان سب کو قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں پایا۔“ ساتیں حسن صاحب نے بتایا کہ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ اکثر سنگیوں کو تلقین کرتے کہ انسان میں تین قوتیں ایسی ہیں۔ جنہیں اگر عقلِ ملکیہ کے تابع نہ لایا جائے تو ذات کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ یہ قوتِ شہویہ، بھیمیہ، قوتِ وہمیہ شیطانیہ اور قوتِ غضبیہ سب یہ ہیں جن کو قرآنِ پاک کی اصطلاح میں فحشاء، منکر اور بُغی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان قوتوں کی اصلاح پر انسان کی اصلاح کا دار و مدار ہے۔ احکامِ شریعت کی پابندی ہی سے ان کی اصلاح ممکن ہے۔ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود شریعتِ مطہرہ کا عملی نمونہ پیش کیا۔ آپ فرمایا کرتے: اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ میرا تعلق اس خاندان سے ہے جس میں اکثر راسخون فی العلم ہوتے ہیں۔ آپ اتباعِ سنت میں اس حد تک احتیاط برتنے کے آپ کا عصا مبارک بھی سنت کے مطابق تھا جس کا نمونہ سیرت کی کتابوں میں آیا ہے۔ کوزہ کی ٹونٹی اور پاپوش کارخ بھی ہمیشہ قبلہ کی سمت رہتا۔

### احکامِ شریعت کا احترام

---

آپ خلافِ شریعت کی بات سے موافق نہیں کرتے تھے۔ جہاں کوئی چیز شریعت کے خلاف دیکھی طبیعت میں انقباض پیدا ہوا۔ طبیعت کی لطافت خلاف شریعت امور سے فوراً ابا کرتی اور آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو جاتا مگر آپ درشتی یا خفگی کا ظہار نہ کرتے۔ ناصحانہ انداز اختیار کر کے غلطی کا احساس دلانے کی کوشش

کرتے۔ آپ بحث مباحثہ یا مناظرہ کے قاتل نہ تھے کیونکہ آپ پر لقوف کا اثر غالب تھا۔ محیت اور توجہ الی اللہ سرمایہ حیات تھے۔ آپ خود تو بحث مباحثہ یا مناظرے میں شرکت نہ کرتے مگر کسی سنگی کو شرکت کرنے پر منع نہ فرماتے۔ مناظرے میں دلچسپی لینا آپ کی افتاد طبع کے خلاف تھا کیونکہ اس کا تعلق علم الکلام سے ہے جبکہ لقوف کا میدان ذکر و فکر، تدبر و تفکر اور اس کی ضرورت تخلییہ ہے۔ سنگیوں کی رہنمائی کے لئے آپ عملی نمونہ پیش کرتے۔ آپ عملی زندگی میں سلف صالحین کے پیرو تھے۔ اپنی مجلس میں وقت کی مناسبت سے قرآن و سنت کی روشنی میں گفتگو کرتے۔ اختلافی سائل اور مختلف مذہبی فرقے آپ کی گفتگو کا موضوع نہ ہوتے اور کسی کو آپ کی مجلس میں ایسے موضوعات زیر بحث لانے کی اجازت نہ ہوتی۔ اسی طرح اپنی مجلس میں کسی سے متعلق اچھی بات کو پسند فرماتے مگر کسی کی ہجو، غیبت یا برائی گوارانہ تھی۔

آپ بھیت انسان سب کا احترام کرتے۔ بیان ہو چکا ہے کہ آپ کا ادب نقطہ عروج پر رہا۔ چھوٹا ہو یا بڑا آپ ادب سے پیش آتے۔ انسانی مراتب کے فرق جو انسانوں نے پیدا کر رکھے ہیں آپ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ انسانی اونچ نیچ کا آپ کے ہاں کوئی لکھورنا تھا۔ البتہ تقویٰ اور دینداری کی آپ کے ہاں بڑی قدر تھی۔ آپ ملنے والوں سے مصافحہ فرماتے اور معانقة بھی کرتے۔ اپنی ذات کے لئے آپ نے کبھی دست بوسی اور قدم بوسی پسند نہیں فرمائی۔ البتہ اپنے شیوخ کی ازراہ انکساری و فرط اخلاق محبت آپ دست بوسی بلکہ قدم بوسی بھی کرتے رہے۔ مسوی اللہ کسی کے لیے سجدہ جائز نہیں سمجھتے تھے خواہ اسے کوئی نام دیا جائے۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق اور حسن مردودت کی تعریف آپ کے ہم عصر صوفیا نے بھی کی ہے۔

آپ سنگیوں میں گھل مل کر بیٹھتے۔ کوئی امتیازی نشان نہ تھا جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ آپ امیر مجلس ہیں۔ لباسِ نہایت سادہ، موٹا اور کھردرا، کھانا نہایت سادہ اور اکثر روٹی اور چینی پر مشتمل ہوتا۔

## کشف و کرامات

آپ کی ذات میں انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی تھی۔ اگر کوئی سنگی تجربے اور مشاہدے کی بناء پر کسی کشف و کرامت کا بیان کرتا تو آپ کی بے ریا طبیعت پر اتنا اثر ہوتا کہ آپ جھینپ جاتے اور اس انتساب پر حیا محسوس کرتے ہوئے فرماتے: ”بھائی یہ سلسلہ کی برکت ہے ورنہ یہ بندہ عاجز کس کام کا ہے۔“ آپ نے ہمیشہ اس تاثر کو زائل کرنے کی کوشش کی کہ آپ کی جانب کوئی تصرف یا کرامت منوب کی جائے کیونکہ آپ شریعتِ مطہرہ کی چار دیواری سے قدم باہر نہ نکلتے تھے۔ آپ کی مجالس میں ان کا انہمار بھی ہوتا رہتا بلکہ بزرگوں کی کرامات کا ذکر بھی ہوتا مگر آپ انہیں شریعت میں دلیل اور جدت لصور کرتے نہ ہی احکام شریعت کے مقابلہ میں انہیں زیادہ اہمیت دیتے۔ آپ کے نزدیک سب سے بڑا تصرف اور سب سے بڑی کرامت احکام شریعت کی کامل اتباع تھی۔ اس پر خود بھی عمل پیرا رہے اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی تلقین عمر بھر کرتے رہے۔

مولانا عبدالخالق چھاپچی جو سلسلہ قادریہ میں ترنگِ زندگی والوں کے دست گرفتہ تھے جب قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوئے تو وہ اپنے واردات اس طرح بیان کرتے ہیں: ”ایک دن میں پیغمبر ارشاد مسجد میں موجود تھا۔ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک میں ایک کتاب تھی۔ وہ اس پر ادھر ادھر طاڑانہ نظر ڈال

رہے تھے۔ مجھے بليا اور فرمایا: ”ذرایہ لفظ دیکھو کیا ہے؟ کتاب ان کے ہاتھ میں تھی۔ جب میں جھکا تو میرے بدن کا جو حصہ آپ کے جسم سے مس ہوا اس میں ”اللہ اللہ“ کی آواز پیدا ہو گئی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں عالم ہوں۔ اکثر مشائخ کے آستانوں کی خاک چھانی ہے۔ مجھے اس کیفیت پر صیرت نہ ہوئی کیونکہ میں نے قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو قریب سے دیکھا ہے۔ فرض تو فرض رہے آپ کے مستحبات بھی کبھی ترک نہیں ہوتے۔ ایسے کامل سے اس قسم کے اصرفات کا صدور اچنچھے کی بات نہیں۔ احکام شریعت پر آپ کی موازنیت ہی نے ہمیں گرویدہ کر رکھا تھا ورنہ ہم مولوی کب کشف و کرامات پر دھوکہ کھاتے ہیں۔

قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ صدقِ مقابل اور رزقِ حلال پر بڑا ذور دیتے۔ سنگیوں سے اپنی مجالس میں فرماتے کہ محنت سے روزی کمانا، رزقِ حلال پر انحصار کرنا، حق داروں کے حق ادا کرنا، محتاجوں کی دستگیری کرنا سب سے بڑی کرامتیں ہیں۔ صدقِ مقابل اور رزقِ حلال کو ہر عمل کی بنیادی شرائط قرار دیتے اور فرماتے کہ ان کے بغیر مطلوبہ فیوض و برکات کا حصول ممکن نہیں۔

اس کے باوجود کہ آپ اپنی ذات کیلئے کشف و کرامات کے اظہار کو پسند نہ کرتے آپ کے فیوض و برکات کے نشانات قدم قدم موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ پر اکتفا کیا جاتے گا۔

کوئی سفر کے دوران آپ کو ایک چشمہ پر بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ چشمہ جامع الفردوس آہماں سے ٹھیک مغرب کی جانب پہنڈ گز کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کے ہمراہ سائیں محمد اشرف تھے۔ آپ نے چشمہ کا پانی دیکھ کر فرمایا: ”بڑا مصقاً پانی ہے۔ یہ پتھر کا پانی ہے۔“ اس سے زیادہ آپ نے کوئی تبصرہ نہیں فرمایا۔ خدا جانے کتنی

مدت سے یہ چشمہ موجود ہے اور لوگوں کی ظاہری پیاس بھجارہا ہے مگر اس کی کوتی خصوصیت آشکار نہ ہوتی۔ قبولیت کی ساعت تھی۔ مرد خدا کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات نے وہ اعجاز دکھایا کہ تہنایہ واقعہ آپ کے روحانی مقام کے تعین کے لئے کافی ہے۔ آج ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے کہ آپ کے اس دورے سے کچھ ہی عرصہ بعد اس چشمہ کے پڑوس میں ایک مسجد وجود میں آئی اور ایک درس قائم ہوا۔ عوام کے لصفیہ۔ قلب کا سلسلہ شروع ہوا۔ آج اس چھوٹے سے دیہات میں جو دینی تعلیم سے کوئوں دور تھا اکثر گھر حافظوں کا مرکز ہیں۔ بعض گھروں میں دو اور بعض میں تین تین حافظ موجود ہیں۔ اگہار کالوں کا حدودار بمعنی ایک کلو میٹر ہے مگر اس جامع الفردوس کو مرکز قرار دے کر ملک کے طول و عرض میں مساجد اور دینی مدارس کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔ صرف دینی مدارس کی تعداد ۱۶۳ ہے جو مساجد میں چل رہے ہیں۔ اس سال (۱۴۱۳ھ) ماہ رمضان میں نماز تراویح پر مأمور کیے گئے حفاظ کرام کی تعداد ۵۲۳ ہے۔ اس تعداد میں سامع حضرات شامل نہیں۔ یہی مسجد جامع الفردوس دربار عالیہ اگہار کے نام سے جانی جاتی ہے۔ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ان حیات آفریں کلمات اور چشمہ پر پند لمحوں کے قیام نے جو رنگ دکھایا سب کے سامنے ہے۔ اس سے ان کے فیوض و برکات اور روحانی مقام کو آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔

### فقر و استغفار اور قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ

استغفار کا یہ عالم تھا کہ آپ ہمیشہ راضی برضاء الہی رہے۔ مکان کچا، مسجد کچی حتیٰ کہ بزرگوں کے مزارات تک کچے تھے۔ آپ کی ساری سوچ کا محور یہ تھا کہ

آپ کے سنگی اور صحبت میں رہنے والے طالبانِ حق، حق شناس اور خود شناس ہو جاتیں۔ آپ ساری توانائی ان کی تربیت پر خرچ کرتے اور دنیا سے صرف اتنا تعلق رکھتے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔

آپ کی شانِ استغفار کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ وصال کے وقت تجهیز و تکفین کے لیے گھر میں کچھ نہ تھا۔ آپ شیخ طریقت تھے۔ حلقة، اثر تھا اور عقیدت مندوں کی ایک خاصی تعداد تھی۔ پھر زمینداری تھی مگر دنیا سے سفر اس حالت میں کیا کہ بقول غالب ”گھر میں بوریانہ ہوا۔“ جن کا بھروسہ خدا کی ذات پر ہو وہ ذات اسباب پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ اسی دن ایک سنگی کا بیس روپے کا منی آرڈر وصول ہوا اور آپ کی تجهیز و تکفین عمل میں آئی۔ بجز تین پارچے بدھی آپ کے پاس کوئی زائد لباس نہ تھا۔ آپ کے جداً علیٰ حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت حسن رہنمائی رحمۃ اللہ علیہ کی بوقت وصال جو تصویر حسنی ہے قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی حالت بالکل اس کے مشابہ ہے۔

آخری وقت میں خدام نے بار بار قبلہ حضرت صاحب مدظلہ العالی کو پیش کیا اور وصیت کی درخواست کی۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اچھا ہو گا۔“

عقیدت مند ہدایا پیش کرتے۔ آپ اکثر قبول فرماتے مگر آپ نے کبھی کسی چیز کی خواہش نہیں کی بلکہ ہمیشہ سنگیوں کو تحریک کرتے کہ خالی ہاتھ آیا کرو۔ اس میں آسانی رہتی ہے۔ حالات کے تغیر سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وقت ساتھ نہ دے اور کوئی چیز لانے کی حالت میں نہ ہوں تو صحبت سے محروم رہ جاتیں جس کی طریقت میں بڑی اہمیت ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ہدیہ پیش کرتا تو

آپ قبول فرمائیتے مگر اس کے مصرف کا خاص خیال رکھتے تھے مگر ہدیہ دینے والے کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ کشف المحبوب میں فقیر کی جو تصویر صفحی گئی ہے وہ آپ پر صادق آتی ہے: ”حقیقی فقیر وہ ہے جس کے ہاں کچھ بھی نہ ہو اور نہ کسی چیز سے اس کا نقصان ہو۔ وہ نہ تو اسباب دنیا کے موجود ہونے سے غنی ہوتا ہے اور نہ ان کے فقدان سے محتج۔ اسباب کا ہونا یا نہ ہونا اس کے نزدیک یکساں ہے بلکہ نہ ہونے سے وہ زیادہ خوش ہوتا ہے۔ اس لیے کہ فقیر کا ہاتھ جتنا تنگ ہوتا ہے اتنا ہی اسے خدا کے ساتھ رابطہ استوار کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ ان کے نزدیک فقیر کا کمال یہ ہے کہ دونوں بہانے بھی اس کے سامنے رکھ دیتے جاتے ہیں تو وہ ان سے لاپرواہی کا اظہار کرتا ہے۔

### خاندانی قبور

آپ نے خاندان کی قبور زندگی میں پختہ نہیں کرتیں۔ محض گارے سے لپاتی کر دی جاتی تھی۔ خود قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار کافی عرصہ کچا رہا۔ بعد میں زائرین کے اصرار پر ان کی سہولت کے لیے مزار شریف پختہ کیا گیا۔ مزار شریف پختہ کرنے کے لئے مستری محمد ابراہیم صاحب آف اکھنور کی خدمات حاصل کی گئیں اور اسے مسقف کر دیا گیا مگر زائرین موسمی شدائد سے محفوظ رہیں۔ بزرگان دین کے مزارات اسی غرض سے مسقف کیے جاتے ہیں ورنہ مزار کی پختگی یا سقف سے صاحب مزار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

### حوادث کا سال

۱۹۹۲-۹۳ کا سال دربار عالیہ کے لئے آزمائش اور امتحان کا سال رہا۔ دربار عالیہ کو پچند حادثوں سے گزرنا پڑا۔ ان حوادث کے اثرات اتنے ہمہ گیر تھے کہ

دردار عالیہ کے ساتھ ساتھ عقیدت مند بھی متاثر ہوتے۔ ۳ نومبر ۱۹۹۲ء کو میاں فضل الہی رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔ آپ روحانی پیشوائتھے۔ ایک حلقة اثر تھا۔ لوگوں کو اللہ اللہ بتاتے، صوم و صلوٰۃ کی تلقین کرتے، ضروریاتِ دین کی واقفیت پہنچاتے اور دلوں کا تزکیہ کرتے۔ اس طرح بھولی بھٹکی مخلوقِ خدا کو ہدایت کی راہ دکھاتے۔ ان کے وصال سے ان کے عقیدت مندان کی راہنمائی سے محروم ہو گئے اور دردار عالیہ ایک تجربہ کار، متنقی اور پرہیز گار بزرگ سے خالی ہو گیا۔

ابھی اس حادثہ کو تین مہینے بھی مکمل نہ ہونے پاتے تھے کہ ایک اور جائزہ حادثہ رونما ہوا۔ یہ حادثہ اتنا شدید اور اچانک تھا کہ ذہنی طور پر کوئی بھی تیار نہ تھا۔ جو چہاں تھا مامن بخود ہو گیا۔ ۲۳ جنوری ۱۹۹۳ء کو صاحبزادہ محمد زاہد صاحب مدظلہ کی والدہ محترمہ نے وصال فرمایا اور عالم روحانیت میں ایک ایسا خلا پسیدا ہوا جس کا احساس بہر گرد و کلام کو ہے۔ آپ نے عمر بھر طبقہ انسانوں کی روحانی اور دینی خدمت کی۔ ان کے دکھوں اور دردوں کا مدوا کیا۔ ان کی ہنگامی حاجات کی طرف توجہ دی اور انہیں سامانِ تسلیم مہیا کیا۔ عورتوں کو دین کی ضروریات سے آگاہ کیا۔ نماز روزہ کا پابند بنایا۔ ان کے اخلاق سمنوارے۔ انہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے روشناس کیا اور بستیوں کے مزاج بدل کر رکھ دیتے۔ آج ان کے حلقة اثر میں کوئی گھر خالی نہیں چہاں عورتیں نماز روزہ کے علاوہ تہجد، اشراق اور اوابین نہ پڑھتی اور اسم ذات، نفی اثبات اور دیگر وظائف کا شغل نہ کرتی ہوں۔ اس ہمدردو غمگار روح کے اٹھ جانے کی وجہ سے اب ان کے ساتھ تعلق رکھنے والی مستورات حیران و پریشان ہیں اور ان میں یاس و قنوط نے ڈیرے جمار کھے ہیں۔

اس سال کے دوران ایک اور اندوہنائک واقعہ پیش آیا۔ ایک چودہ سالہ بچہ

محمد عمران ولد محمد صادق مسی میں درس چوکی ٹینڈہ میں داخل ہوا۔ دھنوال کا رہنے والا تھا۔ استاد کی روایت کے مطابق نہایت ذہین اور خلیق تھا۔ اس باقی میں دلچسپی لیتا اور انتہائی فرمانبردار اور وفا شعار تھا۔ وہ ۲ جون ۹۲ کو انتقال کر گیا۔ اس کی موت کا واقعہ بڑا روح فرستہ تھا۔ حسب معمول صبح ۳ بجے جب پڑھنے کے لئے بیدار ہوا تو اس کے بازو سے ایک زہریلا سانپ لپٹا ہوا تھا۔ سانپ کو فوراً بازو سے علیحدہ کیا اور وضو کے لئے دوڑا۔ استاد اور طلباء نے جان بچانے کے لئے مقامی طور پر کوشش کی اور پھر ڈسٹرکٹ ہسپیت کو ٹھلی لاتے مگر زہر اپنا کام کر پچکا تھا۔ بچہ جانبرہ ہو سکا۔ اس واقعہ نے قبلہ حضرت صاحب مدظلہ العالی کا صبر و سکون کسی دن تک جھینی رکھا۔ آپ فرماتے: ”جب مجھے اس بچے کا لصور آتا ہے میں بے اختیار ہو جاتا ہوں۔“ آپ کو ان ایام میں اکثر دیکھا گیا کہ بچے کا نام سنتے ہی آنسوؤں کی جھرہی لگ جاتی اور سسکیاں بھرنے لگتے۔ آپ فرماتے: ”یہ بچہ علم دین کی تلاش میں گھر سے دور خاندان سے جدا، معصومی کی حالت میں، بے کسی کے عالم میں جان دے کر شہادت کی شرائط پوری کر گیا۔ اس کی موت نے مجھے بے چین کر رکھا ہے اور اس کے غم میں آپ سے باہر ہوں۔ میرے صبر کے دامن کو اس واقعہ نے تار تار کر دیا ہے۔“

### قبلہ ماتی صاحبہ رحمۃ اللہ کا ختم شریف

عقیدت مند حضرات آگاہ میں کہ قبلہ بڑے ماتی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد نصف صدی تک اس نظام کو چلا�ا اور آگے بڑھایا۔ آپ ہی کی دعا، سحر گاہی کا کر شہر ہے کہ آج قریبہ به قریبہ حفاظِ کرام موجود ہیں۔ مساجد آباد ہیں اور لوگ اللہ اللہ کرتے ہیں۔ یہ سالانہ عرس مبارک خاندان کے دیگر بزرگوں کو بھی محیط ہے۔ ان کی ارواح کو بھی اس موقع پر ایصالِ ثواب کیا جاتا

ہے۔ اس مناسبت سے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ قبلہ پرے مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہجا کے لیے درج ذیل ختم تجویز کیا گیا ہے۔ جو سنگی حصول برکت کے لئے پڑھنا چاہیں انہیں اجازت ہے:-

اول و آخر درود شریف۔ سو، سو بار  
 اَنْتَ الْهَادِيُّ اَنْتَ الْحَقُّ لَيْسَ الْهَادِيُّ اِلَّا هُوَ ۖ ۵۰۰ بار  
 یہ کلمات آپ کو بہت پسند تھے۔ آپ کی مناجات صبح گاہی کا حصہ تھے اور آپ ان کی تکرار میں سرور محسوس کرتی تھیں۔

### قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات

گذشتہ احوال سے ظاہر ہے کہ آپ کی ساری زندگی و نظیفہ۔ بندگی کی ادائیگی میں بسر ہوئی۔ معاملات ہوں یا عبادات شریعت حق کی حدود سے آپ نے کبھی تجاوز نہیں کیا۔ احکام شریعت سے بہت کر کش و کرامات کی کوشش سازی سے کام نہ لیا۔ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات کی مختصر تفصیل سے آپ خود اندازہ لگالیں گے کہ یادا ہی کا ذوق و شوق آپ کی ذات پر کس قدر مستولی تھا۔

تحیۃ الوضو، نمازِ تہجد اشراق اور اواین پر زندگی بھر مواظبت رہی۔ صلوٰۃ لستھنخیتہ اور سنگیوں کو بھی اس کا پابند بناتے۔ انہیں عملی طور پر پڑھا کر اس کا شعور سنبھلتے۔ پھانچہ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے والے اکثر سنگیوں کا صلوٰۃ لستھنخی معمول ہے۔ نماز فجر سے اشراق تک گفتگو نہ فرماتے۔ دیگر اذکار کے علاوہ پانچ ہزار نفحی اثبات حسبِ دم سے معمول رہا۔ بعد میں یہی تعداد تہلیل سانی سے پوری فرماتے۔ پچھیس ہزار اسم ذات ہفت لطائف پر روزانہ کا شغل تھا۔ قرآن مجید کی منزل کے علاوہ نمازِ ظہر کے بعد دلائل الخیرات شریف، درود شریف،

حزب الاعظم شریف وغیرہ معمولات تھے۔ نماز ظہر سے قبل قیلولہ فرماتے۔ عصر سے مغرب تک گھنٹو فرمانے سے احتراز برتنے اور ذکر و فکر میں مصروف رہتے۔ ہر نماز کے بعد قرآن مجید کی مخصوص سورہ تلاوت فرماتے۔

ماحول کو کردار کی تعمیر میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس خاندان کا ماحول شروع سے دینی اور مذہبی ہے۔ ہر بچے کو شروع میں ہی ضروریاتِ دین سے آگئی دے کر عملی زندگی میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ خاندان کے اکثر صاحبزادگان اور بعض صاحبزادیاں بھی حافظ قرآن ہیں۔ نقوف کی تعلیم کے ساتھ ساتھ احکام شریعت کی پابندی کا شعور شروع ہی سے پیدا کیا جاتا ہے۔ مثلاً نماز پر پابندی کے لیے اذان، پابندی اور امامت تک بتدریج پہنچایا جاتا ہے۔ یہ مدرج ایسے ہیں کہ نماز کی کوتاہی کا امکان نہیں رہتا۔

آج کی مبارک مجلس کا اختتام علامہ اقبال کے پیغام پر کرتے ہیں۔

ب کیمیا پیدا کن از مشتے گلے  
بوہ زن برآستانِ کاملے

اس لئے کہ

ہ عاشقانِ او ز خوابِ خوبتر

خوش تر و زیباتر و محبوب تر

چونکہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گہر اربابہ قائم کر کے فیض یا ب ہونا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں، ہذا علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کسی ایسے مردِ کامل کے آستانہ مبارک پر حاضری دی جاتے جو صحیح معنوں میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق ہو۔

